© rasailojaraid.com

ڈاکٹر صابر آفاقی

البیرونی اور کشمیر

ابوالریحان محمد بن احمد البیرونی (۳۶۲ - ۴۴۰ھ) مؤلف، فلسفی، مورخ اور طبیب کی حیثیت سے عالم گیر شہرت کا مالک ہے۔ علم نجوم، ہیئت، ہندسہ اور جغرافیہ میں بھی وہ کامل مہارت رکھتا تھا اور ان علوم میں اس نے تالیفات بھی یادگار چھوڑی ہیں البیرونی نے ابتدائی علوم کی تحصیل اپنے مولد خوارزم ہی میں کی۔ وہ علوم حاصل کر چکا تو پہلے پہل خوارزم کے بادشاہ ابوالعباس مامون بن مامون کے دربار سے متوسل ہوا اور پھر جرجان کے بادشاہ شمس المعالی قابوس بن وشمگیر کے دربار سے متعلق رہا۔

البیرونی ۴۰۷ھ - ۱۰۱۷ء میں خوارزم میں تھا، جب محمود غزنوی نے خوارزم شاہ کو قتل کر کے اس ملک کو فتح کر لیا۔ البیرونی فتح خوارزم کا عینی شاہد ہے اور اس نے غالباً تاریخ خوارزم کے نام سے ایک کتاب بھی سپرد قلم کی تھی اور بیہقی نے اس سے استفادہ کیا تھا۔[1] اگرچہ بیہقی کی اپنی زبان سے کتاب کا نام ظاہر نہیں ہوتا تاہم وہ لکھتا ہے:

وپیش ازیں (بہ) مدتی دراز کتابی دیدم۔ بخط استاذ ابوریحان۔ واو مردی بود در ادب وفضل وہندسہ وفلسفہ کہ در عصر او چنو دیگری نبود وبگزاف چیزی ننوشتی[2]

فتح خوارزم کے بعد البیرونی ۴۰۸ھ کے موسم بہار میں غزنہ آ گیا اور بعض مورخین کے بقول اسے اسیران جنگ میں لایا گیا تھا۔ وہ مدت تک غزنہ میں مقیم رہا اور یہاں اس نے ایک رصد خانہ قائم کیا اور تالیف وتحقیق کا سلسلہ بھی جاری رکھا۔ محمود غزنوی نے

---

[1] عبدالسلام ندوی، حکمائے اسلام حصہ اول، ص ۳۵۳ - ۳۸۱۔

[2] تاریخ بیہقی، [illegible]

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

ہندوستان پر حملہ کیا تو البیرونی بھی اس کے ہمراہ تھا۔ گمان غالب ہے کہ چونکہ البیرونی درباری عالم سے زیادہ ایک آزاد محقق اور بالغ نظر سیاح تھا اس لیے وہ بطیب خاطر محمود کے ساتھ رہا ہوگا تاکہ ممالک اور اقوام و ادیان کے سلسلے میں معلومات حاصل کر سکے۔ محمود سنگ و خشت کے شہر فتح کرتا رہا، اور البیرونی علوم و معنویات کی جدید دنیائیں دریافت کرتا رہا۔ ہندی ملل و مذاہب سے متعلق البیرونی نے کتاب "مالالہند" تالیف کی۔ یہ کتاب جسے ہندوستانی مذاہب، فلسفہ، ادب وغیرہ کا دائرۃ المعارف کہنا زیادہ صحیح ہوگا، ۴۲۳ھ - ۱۰۳۰ء میں لکھی گئی اور اس وقت مؤلف کی عمر ساٹھ برس سے تجاوز کر چکی تھی۔ البیرونی کو مادی فتوحات سے کوئی دلچسپی نہ تھی۔ یہی وجہ ہے کہ وہ پنڈدادن خاں کے قریب نندانہ (ملتان) اور قنوج میں بیٹھ کر اہل ہند اور ان کے عقائد کا مطالعہ کرتا رہا۔ قیام برصغیر کے دوران البیرونی نے سنسکرت زبان سیکھی اور اس طرح ہندی علوم کا دروازہ اس پر کھل گیا۔ اس نے ہندوؤں کی مذہبی کتب مثلاً وید اور گیتا وغیرہ کا گہرا مطالعہ کیا اور ان کے علاوہ افسانوی کتب رامائن و مہابھارت سے معلومات حاصل کیں۔ کتابوں کے ساتھ ساتھ وہ پنڈتوں سے بھی استفادہ کرتا رہا۔

محمود غزنوی کے حملوں کی وجہ سے ہندی علوم و فلسفہ کی کتب اور برہمن بنارس اور کشمیر میں جمع ہو کر اپنے مذہبی و تہذیبی ورثہ کی حفاظت کرنے لگے تھے۔ البیرونی کتاب مالالہند میں اعتراف کرتا ہے کہ ان حملوں کے نتیجہ میں ہندی علوم کشمیر، بنارس اور دیگر مقامات میں منتقل ہو گئے ہیں۔[۳] کشمیر ورودِ اسلام تک ہندوؤں اور بودھوں کے علوم و فنون کا ایک زبردست فعال مرکز رہا ہے، اور کشمیر سے البیرونی کی گہری دلچسپی کا راز بھی یہی ہے۔ یقینی طور پر یہ تو نہیں کہا جا سکتا کہ البیرونی خود کشمیر گیا ہو لیکن جس تفصیل کے ساتھ اس نے مالالہند میں کشمیر کے بارے میں جغرافیائی معلومات بہم پہنچائی ہیں اور کشمیری پنڈتوں کا نام لیا ہے اس سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ کشمیر گیا ہوگا اور وہاں چند سال گزارے ہوں گے۔

محمود غزنوی اور کشمیر

محمود غزنوی نے اپنے جنگی نقشہ میں کشمیر کو بھی شامل کر رکھا تھا۔ اس وقت کشمیر پر گوجروں کے

© rasailojaraid.com

۳ے زخاؤ - مالالہند (ترجمہ انگریزی) ج ۱، ص ۲۲ -

© rasailojaraid.com

لوہر خاندان کا راجہ سنگرام (۱۰۰۳ء) حکومت کرتا تھا۔ راجہ سنگرام ہندو شاہیہ (گوجر کھٹانہ) کا رشتہ دار تھا۔ کیونکہ سنگرام دیدرانی کا بھتیجا تھا اور اس کا ننہال ہندو شاہیہ تھا۔ اس خاندان کی حکومت کابل اور پشاور میں تھی اور دارالحکومت ویہند تھا جو لاہور تحصیل صوابی ضلع مردان کے نزدیک ہے۔ ہمارے اکثر مورخین نے ہندو شاہیہ کا دارالحکومت اشتباہاً پنجاب کا لاہور سمجھا جو غالباً درست نہیں ہے[۵۴] محمود کا مقابلہ ہندو شاہیہ یعنی گوجروں کے کھٹانہ گوت کے راجہ ترلوچن پال (متوفی ۱۰۲۱ء - ۴۱۲ھ) سے پشاور میں ہوا۔ ترلوچن پال کا باپ آنند پال پہلے ہی شکست کھا چکا تھا۔ ان حالات میں ترلوچن پال اپنے رشتہ دار راجہ سنگرام فرماں روائے کشمیر کے ہاں لوہر کوٹ (پونچھ) میں پناہ گزین ہوا اور محمود کے حملوں کو روکنے کے لیے راجہ سے فوجی مدد مانگی۔ چونکہ کشمیر کے راجہ نے محمود کے دشمن راجہ ترلوچن پال کو پناہ دی، بنا بریں فاتح سلطان نے ۱۰۱۴ء میں کشمیر کو فتح کرنے کا پختہ ارادہ کر لیا۔ محمود پنجاب سے حملہ آور ہوا اور جہلم سے پونچھ کی طرف آگے بڑھا تاکہ توسہ میدان (پونچھ) کے راستے سے وادیٔ کشمیر میں داخل ہو سکے۔ راج ترنگنی کے مطابق یہ حملہ ماگھ کے مہینے میں کیا گیا[۵۵]

ادھر کشمیر کے راجہ نے اپنے سپہ سالار تونگ کو (جو راجوری کے قصبہ بدھل کا ایک گوجر تھا) لشکر جرار دے کر مدافعت پر روانہ کیا۔ چنانچہ محمود کا حملہ لوہ کوٹ (لوہر کوٹ) کے پہاڑی قلعہ پر روک دیا گیا[۵۶] جوگیش چندر دت نے کتاب ("RIVER OF KINGS") میں اس حملہ کا حال اس طرح لکھا ہے: کشمیریوں نے دریائے توسی کو عبور کیا اور محمود کی فوج کو تباہ کر دیا۔ اگرچہ کشمیری لڑنے پر مصر تھے مگر شاہی (ترلوچن پال) نے بار بار نصیحت کی کہ وہ پہاڑی کے پیچھے پناہ لیں۔ ترکوں کا سپہ سالار (غالباً محمود غزنوی) جنگ میں کامل مہارت رکھتا تھا۔ وہ اپنی فوج کو صبح سویرے باہر نکال لایا[۵۷]

---

۵۴ تاریخ ہزارہ۔ ص ۱۵۷

۵۵ راج ترنگنی ترنگ ہفتم۔ اشلوک ۴۷، ص ۱۷۳

۵۶ پارمو، کشمیر میں مسلم اقتدار کی تاریخ، ص ۶۵۔

۵۷ بحوالہ ہندو ہسٹری آف کشمیر۔ ص [illegible]

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

برفباری سے محمود کا مواصلاتی نظام درہم برہم ہوگیا تھا۔ اس کے باوجود وہ ایک مہینے تک ڈٹا رہا۔ آخرکار مجبوراً محاصرہ اٹھا کر واپس آگیا۔ لیکن تسخیرِ کشمیر کے خیال نے اسے ہمیشہ بے چین رکھا۔ چنانچہ دس سال بعد یعنی ۱۰۲۳ء میں دوبارہ اسی راستہ سے حملہ آور ہوا۔ وہ اب کے بھی اسی قلعہ لوہرکوٹ (لوہرین) تک بڑھ کر رک گیا اور ایسا رکا کہ پھر واپس غزنی چلا گیا اور فتحِ کشمیر کا ارادہ ہی ترک کر دیا۔

یہ تمہیدی سطور ہمیں اس لیے سپردِ قلم کرنا پڑیں، کہ البیرونی کی کشمیر سے دلچسپی کو واضح کیا جا سکے، اور اس نابغہ روزگار مورخ سیاح کا کشمیر کے بارے میں تحقیقی پس منظر ہمارے سامنے رہے۔ مدعا یہ ہے کہ البیرونی کشمیر پر حملہ کی مہم میں اس کے ہمراہ تھا[۵۹] یہی وجہ ہے کہ "ما للہند" کا خاصہ حصہ سرزمینِ جموں و کشمیر کے بارے میں جغرافیائی، تاریخی اور مذہبی معلومات پر مشتمل ہے کشمیر پر زیادہ توجہ وہاں ہوئی ہے جہاں البیرونی نے اس ملک کے دریاؤں، ندیوں اور مندروں وغیرہ کا ذکر کیا ہے۔ اس نے کشمیر کی سیاسی تقسیم بتائی ہے اور کشمیریوں کے عادات و خصائل کو بڑی تفصیل کے ساتھ بیان کیا ہے۔ وہ لکھتا ہے: "وہ (اہلِ کشمیر) خاص طور سے اپنے ملک کی قدرتی توانائی کے بارے میں فکرمند رہتے ہیں۔ اس مقصد کی خاطر وہ کشمیر میں آنے والی راہوں اور سڑکوں پر کڑی نظر رکھتے ہیں"۔

اب ہم ان مقامات کا اختصار سے ذکر کریں گے جن کی معلومات "ما للہند" میں ملتی ہیں۔

لوہرکوٹ

یہ قلعہ وادی لوہرین (پونچھ) میں پہاڑ تتہ کوٹی اور توسہ میدان کے درمیان تھا۔ وادی لوہرین میں لوہرین ہی کے نام سے دریا بھی بہتا ہے جو منڈی کے مقام پر دریائے گاگری میں گرتا ہے۔ اسے لوہ کوٹ بھی کہا گیا ہے۔ راج ترنگنی کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ قدیم زمانے میں یہاں ایک علاحدہ ریاست تھی جس کی کشمیر سے ہمیشہ رقابت چلی آتی تھی، البیرونی نے اسے لہور لکھا ہے۔ یہاں ایک بلند اور مضبوط قلعہ تھا جسے محمود فتح نہ کر سکا تھا۔ اس علاقہ میں پہلی برف جب گرتی ہے تو جون تک راستہ بند رہتا ہے۔

۵۹۔ استائن، ج ۱، ص ۱۰۷ ...

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

راج گیری

یہ بھی ایک قلعہ تھا جس کا جغرافیہ البیرونی نے مالالہند میں دیا ہے ۔ یہ قلعہ لوہرین کے جنوب میں تتہ کوٹی کے پہاڑ کے دامن میں واقع تھا ۔ راجگیری کو آج کل لوہر کہا جاتا ہے ۔ البیرونی نے قلعہ لوہر کوٹ اور راجگیری کی تعریف میں لکھا ہے: قلعہ لھودہ داجکری وما دأیت احسن منھما۔ [9] یہ قلعہ پونچھ کی سورن وادی میں تھا ۔ پہاڑ تتہ کوٹی کا قدیم نام کلار جک ہے اور البیرونی نے بھی یہی ضبط کیا ہے ۔ اس کی چوٹی پر سال بھر برف جمی رہتی ہے ۔ البیرونی اسے ایران کے پہاڑ دماوند کی مانند قرار دیتا ہے ۔ اسی ضمن میں وہ راجوری کا ذکر بھی کرتا ہے اور بتاتا ہے کہ یہاں مسلم تاجر آمد و رفت رکھتے تھے ۔

بھوتیشر

بھوتیش کا مندر نندی کھشیتر کے بت خانہ کے نزدیک کوہ ہرمکھ کے دامن میں واقع تھا ۔ اسے راجہ جلوک (۱۳۹۴ - ۱۳۳۴ ق۔م) نے تعمیر کرایا تھا۔ البیرونی نے اس مندر کا ذکر بھی اپنی کتاب میں کیا ہے ۔ سری نگر شہر پہ بھی کافی مواد مل جاتا ہے ۔

ان تاریخی مقامات کے بیان کے علاوہ البیرونی نے کشمیر کے ہندوؤں کے تہواروں کا ذکر بھی کیا ہے ۔ ہمارے اس مورخ اور عالم ادیان کی نظر کشمیر میں تالیف کی گئی مذہبی کتابوں پر بھی رہی ہے ۔ وہ ایک جگہ لکھتا ہے کہ ماضی قریب میں کشمیر کے ایک برہمن وشو کرنے ویدوں کی تشریح و تفسیر بھی کی ہے [10] البیرونی کی تصریح کے مطابق کشمیر میں جو الفبا مروج تھا اس کا نام سدمتریک تھا ۔ [11]

کوٹیھار

البیرونی نے مالالہند میں پاپ سورن کے حوض کا ذکر بھی کیا ہے ۔ اس حوض کو ہندو

---

[9] مالالہند ، حیدرآباد ۱۹۵۸ء ص ۱۶۷ ۔

[10] زخاؤ ، مالالہند (انگریزی) I ، ص ۱۲۷ ۔

[11] ایضاً ، ج ۱ ، ص ۲۳۲ ۔

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

مقدس و متبرک سمجھتے تھے اور اسے پرگنہ کوٹھیاریں مالوہ کے راجہ نے ۱۰۱۰ اور ۱۰۶۳ء کے درمیان تعمیر کرایا تھا۔ بعد میں یا پ سودن کا حوض کپی تشور کے نام سے مشہور ہوا۔

شاردا

آج کل وادی نیلم، ضلع مظفرآباد (آزاد کشمیر) میں ایک گاؤں ہے۔ قدیم زمانے میں یہاں ایک مندر تھا۔ کشمیر کے علاوہ اس کی یاترا کے لیے بنگال تک سے عقیدت مند یہاں آیا کرتے تھے۔ اس مندر کا حال راج ترنگنی (مولفہ ۱۱۴۹ء) میں تفصیل سے ملتا ہے شاردا کا مندر دریائے مدھومتی (نیلم) کے دائیں کنارے پر واقع تھا۔ البیرونی نے اس مندر کا جغرافیہ اور اس کی کیفیت بیان کی ہے۔ اور اسے ملتان کے سورج دیوتا تھانیسر کے چکر سوامی اور سومنات کے لِنگ کے بعد بڑا مندر قرار دیا ہے۔ آپ کو معلوم ہے کہ ہندو عقیدہ کی رُو سے برہما کی اہلیہ کے دو نام ہیں۔ شاردا اور سرسوتی اور اسے علم و دانش کی دیوی مانا گیا ہے۔ شاردا کے بارے میں حسن نے لکھا ہے:

"شاردا مختصر مقامیست برلب کرشنہ گنگا از پرگنہ دراوہ سمت مشرق از کشمیر بہ مسافت یک صد میل سمت گوشۂ شمال و مغرب، اہل ہنود آں را متبرک دانند از قدیم مندرِ شاردا در آنجا موجود است[۱۲]

البیرونی شاردا کے بارے میں اس طرح توضیح دیتا ہے: وفی داخل کشمیر علی مسیرۃ یومین او ثلاثۃ من القصبۃ نحو جبال بلور بیتُ صنمٍ خشبیٍ یسمّی شارد یُعظّم ویُقصد[۱۳] (اور کشمیر میں قصبہ (سری نگر) سے دو یا تین روز کی مسافت پر کوہستان بلور کی سمت ایک صنم کدہ ہے جو لکڑیوں کا بنا ہوا ہے اور اسے شاردا کہا جاتا ہے۔ اس کی تعظیم کرتے ہیں اور (دور دراز سے) یاترا کے لیے آتے ہیں)۔

البیرونی نے شاردا کے مقام پر شاردا مندر کا ہی ذکر کیا ہے۔ لیکن حقیقت یہ ہے

۱۲ه تاریخ حسن، حصہ اول، ص ۲۲۸۔

۱۳ه ماللہند، ص ۸۹

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

کہ یہاں ایک زبردست قلعہ بھی موجود تھا جس کے آثار آج بھی پائے جاتے ہیں۔ ہماری ذاتی رائے یہ ہے کہ شاردا رسم الخط بھی اسی جگہ ایجاد ہوا ہوگا۔ چونکہ قدیم زمانوں میں مسجد اور مندر خالی عبادت اور پوجا کے مقام ہی نہ تھے، بلکہ تعلیم کے مرکز بھی تھے اس لیے بعید نہیں کہ شاردا میں کوئی دانش گاہ بھی ہو۔ ہمارے اس نظریے کی تائید اسٹائن کے اس بیان سے بھی ہوتی ہے۔ جہاں وہ لکھتا ہے کہ ایک جینی عالم ہیم چندر[۱۴] (۱۰۸۸-۱۱۷۲ء) نے کتاب پربھاوک چرت میں لکھا ہے، کہ گجرات کے راجہ جے سنگھ نے اسے مامور کیا کہ وہ سنسکرت کی ایک نئی گرامر مرتب کرے۔ ہیم چندر نے درخواست کی کہ پرانی گرامر کی وہ آٹھ ہزار کتابیں کتابیں فراہم کی جائیں جو مکمل طور پر فقط کشمیر میں سرسوتی (شاردا) کے مندر میں مل سکتی ہیں۔ راجہ جے سنگھ نے اس مقصد کے لیے وفد بھیجا اور یہ کتب حاصل کیں۔ چنانچہ ہیم چندر نے ان کو سامنے رکھ کر نئی گرامر مرتب کی، جس کا نام سدھا ہیم چندر ہوا[۱۵]

قدیم راستہ

موجودہ صوبۂ سرحد کی طرف سے کشمیر جانے والے قدیم راستہ کی تفصیل بھی مالالہند میں ملتی ہے۔ البیرونی کی تصریح کے مطابق یہ راستہ قصبہ ببرہان (ضلع اٹک) سے شروع ہوتا تھا۔ یہ راستہ دھمتور، بیرن گلی، پٹن سے ہوتا ہوا موجودہ راڑہ (ضلع مظفرآباد) پہنچتا تھا۔ جہاں دریائے کشناری (دریائے کنہار) کا پانی دریائے مہوی (مدھومتی-نیلم) میں گرتا ہے۔ وہاں ایک پل ہوتا تھا۔ اسٹائن نے دو پل قرار دیا ہے مگر درست یہی راڑہ ہے۔ البیرونی نے مظفرآباد سے بارہ مولا تک کا راستہ بھی لکھا ہے۔ سری نگر

---

[۱۴] راجہ جے سنگھ (۱۰۹۶-۱۱۴۳ء) کا پورا نام سدھ راج اعظم تھا اور وہ گوجروں کے چلوکیہ خاندان سے تعلق رکھتا تھا۔ وہ ریاست انہلواڑہ کا راجہ تھا۔ تفصیل کے لیے ملاحظہ ہو، تاریخ گوجر مؤلفہ رانا علی حسن چوہان حصہ اول، ص ۵۳۹ تا ۵۷۰۔

[۱۵] اسٹائن جلد ۲، ص ۲۸۶، نیز تاریخ گوجر حصہ اول، ص ۵۷۰۔

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

شہر کا نام ادشتان لکھا ہے۔ اس عہد میں اس شہر کا یہی نام تھا۔

مختصر یہ کہ البیرونی نے ۱۰۱۷ء تا ۱۰۳۰ء۔ یعنی تقریباً تیرہ سال کا طویل عرصہ برعظیم پاک و ہند کے ملل و نحل کے عمیق مطالعہ میں صرف کیا۔ اسی مدت کے دوران چند سال اس نے کشمیر کے لیے وقف کر دیے تھے اور اس طرح البیرونی کی شہرت اس کی ذات سے پہلے کشمیر پہنچ گئی تھی۔ مشہور مولف ڈی بوئر کا قول اگر مان لیا جائے تو کشمیر کے پنڈتوں نے دس سوال جو البیرونی کو بھیجے تھے اس نے ان کا جواب بھی دیا تھا[۱۶]۔ البیرونی کے کشمیر سے گہرے علمی روابط اور ذہنی تعلق کا پتہ اس امر سے بھی چلتا ہے کہ اس نے خود سنسکرت زبان میں چند رسائل تالیف کیے تھے تاکہ ان کو کشمیر کے لوگوں میں پھیلا دیا جائے[۱۷]۔

---

[۱۶] ڈی بوئر۔ تاریخ فلسفۂ اسلام، ص ۷۰۔

[۱۷] اسٹائن، ج ۲، ص ۳۶۰۔

ڈاکٹر خلیفہ عبدالحکیم

از: ممتاز اختر مرزا

خلیفہ عبدالحکیم مرحوم کا شمار مفکر اور فلسفی کی حیثیت سے پاکستان کی معروف ترین شخصیات میں ہوتا ہے اور اس کتاب میں ان کے سوانح اور فکر و فن کے مختلف پہلوؤں پر روشنی ڈالی گئی ہے۔ مطبوعہ مواد کے ساتھ ساتھ خلیفہ صاحب کے بارے میں خاندانی روایات سے بھی استفادہ کیا گیا ہے اور کتاب کے آخری باب میں خلیفہ صاحب کے کلام کا انتخاب بھی شامل ہے جس سے بحیثیت شاعر موصوف کے مرتبے کا بھی بخوبی اندازہ کیا جا سکتا ہے۔ قیمت: ۱۰/۵۰ روپے۔

پتہ: ادارۂ ثقافتِ اسلامیہ، کلب روڈ، لاہور

© rasailojaraid.com